Why I Love The Christian Religion.

از

پادری ایس۔ ایم۔ پال صاحب افغان

یہ وہ ایڈریس ہے جو پادری صاحب موصوف نے "اخوت اندریاسیہ"
کے دسویں سالانہ اجلاس منعقدہ وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال لاہور
میں کانفرنس مذاہب میں پڑھکر سنایا اور

جسے

اخوت اندریاسیہ پنجاب لاہور

نے افادہ عام کی غرض سے شائع کیا

۱۹۳۸ء

قیمت ۱/

بار اول ۱۰۰۰

فہرست مضامین

مسیحی مذہب مجھے کیوں پیارا ہے؟

(۱)

مسیحی مذہب مجھے اس لئے پیارا ہے کہ:-

یہ محبّت کا مذہب ہے

اتنی بات تو سب جانتے ہیں۔ کہ خدا نے انسان کو مدنی بالطبع پیدا کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر دنیا میں صرف ایک ہی انسان ہوتا اور اس کے معاون اور مددگار نہ ہوتے۔ تو وہ تنہا رہ کر ہرگز اپنی ہستی کو قائم نہ رکھ سکتا۔ کیونکہ انسان کو اپنی ہستی یا زندگی قائم رکھنے کے لئے بہت سی ایسی باتوں کی ضرورت ہے۔ جن کو حاصل کئے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ مثلاً اپنی جسمانی طاقت کے قائم اور تازہ رکھنے کے لئے اس کو بدل مایتحلل یعنی خوراک کی ضرورت ہے۔ آب و ہوا کے اثرات سے بچنے کے لئے اس کو پوشاک کی ضرورت ہے۔ اس کو جان اور مال کی حفاظت کے لئے مکان کی ضرورت ہے۔ یہ ایسی ضروریات اور حوائج ہیں۔ کہ اگر انسان کو عمر نوح بھی مل جائے۔ تب بھی وہ تن تنہا رہ کر اپنی ضروریات کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لئے خدا نے انسان کو اس طرح پیدا کیا کہ

تنہا نہیں بلکہ اپنے ابنائے جنس کے ساتھ مل کر ایک مددگار اور معاون کے طور پر رہے۔ اسی اجتماعی حالت کا نام تمدّن ہے۔ اور چونکہ انسان مدنی بالطبع پیدا ہوا ہے۔ اس لئے بجائے تنہا رہنے کے وہ دوسرے انسان کے پاس رہنے کو زیادہ پسند کرتا ہے +

انسان گاؤں قصبوں اور شہروں میں اس لئے بسنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے۔ کہ میں ایک حالت پر قائم نہیں رہ سکتا ہوں اگر آج میں سالم الاعضا ہوں۔ ممکن ہے کہ کل بے دست و پا ہو جاؤں اگر آج میں جوان اور زور آور ہوں۔ ممکن ہے کہ چند دنوں کے بعد پیر فرتو اور ناتواں ہو جاؤں۔ گو آج دولتمند اور امیر ہوں۔ لیکن بہت ہی ممکن ہے۔ کہ کل کو میں دمڑی دمڑی کا محتاج ہو جاؤں اور دوسروں کا دست نگر بن جاؤں۔ اس لئے مجھ کو ایسے مددگار کی ضرورت ہے۔ جو اس قسم کے مصائب میں میری مدد کرے۔ اس فطری اصول کو مدِّ نظر رکھ کر ہمارے منجی نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ "تو اپنے پڑوسی کو اپنی مانند پیار کر"۔ پڑوسی سے یہ مراد نہیں کہ جس کی دیوار ہماری دیوار سے ملی ہوئی ہو۔ بلکہ اس سے مراد وہ نسلی اور جنسی اشتراک ہے۔ جو تمام بنی نوع پر شامل ہے۔ جو تمام بنی نوع پر شامل ہے۔ یعنی جہاں کہیں کوئی انسان کسی مصیبت یا آفت میں مبتلا ہو۔ تو ہر ایک مسیحی پر یہ فرض ہے۔ کہ وہ اس مصیبت زدہ و آفت رسیدہ شخص کی مصیبت و آفت کو بعینہٖ اپنی مصیبت۔ آفت اور تکلیف سمجھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر ایک انسان دوسرے انسان کی تکالیف کو اپنی تکالیف تصور کرے۔ تو اس کے ساتھ وہی سلوک کریگا جو وہ اپنے ساتھ کرنا چاہتا تھا۔ ایک جگہ اور ہمارے منجی

نے اس محبتانہ سلوک کو نہایت توضیح کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ کہ "جو تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں۔ تم بھی اُن کے ساتھ وہی کرو"۔ اسی فقرہ کو سعدی علیہ الرحمۃ نے یوں بیان کیا ہے۔ کہ آنچہ بہ خود نہ پسندی بدیگراں مپسند ٭

مقدس پولوس اس محبتانہ سلوک کی نسبت فرماتے ہیں کہ:۔
"ساری شریعت پر ایک ہی بات سے پورا عمل ہو جاتا ہے۔ یعنی اس سے کہ تُو اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ"۔ (گلتیوں $\frac{5}{14}$)

مواخات

ہمارے منجی نے نہ صرف ہمیں یہ تعلیم دی ہے۔ کہ ہم دوسروں کے ساتھ محبتانہ سلوک کریں۔ بلکہ ہمیں یہ بھی بتلادیا ہے۔ کہ تم دوسرے انسانوں کے ساتھ ہرگز محبتانہ سلوک نہ کرسکوگے۔ جب تک تم یقین نہ کرو کہ ایک انسان دوسرے انسان کا نہ صرف ہم جنس ہے۔ بلکہ ایک دوسرے کا بھائی ہے۔ چنانچہ آپ نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ تم خدا کو یوں خطاب کرو۔ کہ "اے ہمارے باپ" جب انسان یقین کرتا ہے۔ کہ خدا ہمارا باپ ہے تو لازماً یہ یقین کریگا۔ کہ ہم سب خدا کے فرزند ہیں۔ اور جب ہم خدا کے فرزند ہوئے تو یقیناً ایک دوسرے کے بھائی ٹھہرے۔ جب ہم ایک دوسرے کے بھائی ٹھہرے تو ایک خاندان کے مختلف افراد ہوئے۔ اور ایسے افراد جنہیں اُخوت یعنی برادری کی نسبت اور تعلق ہے۔ جب ایک انسان دوسرے انسان کو اپنا بھائی سمجھنے لگتا ہے۔ تو اس کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے۔ جو ایک نیک بخت بھائی اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ کرنا چاہتا ہے ٭

یہی وجہ ہے کہ ہمارے منجی نے ہمیں یہ تاکید فرمائی ہے۔ کہ چونکہ تم

خدا کے فرزند اور ایک خاندان کے افراد ہو۔ اس لئے ہر قسم کے بغض و عداوت اور کینہ توزی سے پرہیز کرو +

"اگر کوئی تم پر لعنت کرے تو تم اس کے لئے برکت چاہو۔ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو تم دوسرا اس کی طرف پھیر دو" +

یعنی اگر کوئی تمہیں ایذا پہنچائے اور ستائے تو تم خوشی کے ساتھ اُس کی برداشت کرو۔ اور ہرگز انتقام لینے کی یا نقصان پہنچانے کی کوشش مت کرو +

چنانچہ خود ہمارے منجی نے عملاً ہمیں یہ بتلایا۔ کہ کس طرح ایک مسیحی کو دوسروں کے ساتھ محبتانہ برتاؤ کرنا مناسب ہے۔ جب آپ کو آپ کے خون کے پیاسے یہودیوں نے رومی گورنر کے ہاتھ گرفتار کروایا۔ اور آپ کو ایسی ایسی تکلیفیں اور ایذائیں دی گئیں کہ جن کے بیان کرنے سے زبان اور قلم یکسر قاصر ہیں اور بالآخر آپ کو بے انتہا تکالیف کے ساتھ صلیب پر چڑھایا۔ تو اس وقت عین ایسی تکالیف میں جن کو کوئی انسان برداشت نہیں کرسکتا۔ آپ نے یہ فرمایا کہ:۔

"اے باپ ان کو معاف کر۔ کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں لوقا ۲۳/۳۴"

الغرض چونکہ مسیحی مذہب کی یہ تعلیم ہے۔ کہ ہم سب خدا کے فرزند ہیں۔ اس لئے مسیحیت میں کوئی اعلیٰ وادنیٰ آزاد اور غلام نہیں بلکہ بہ حیثیت انسان ہونے کے اور اس کے تمام لوازمات کے ہم سب یکساں اور ایک دوسرے کے برابر اور برادر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحیت کسی انسان کو دوسرے انسان پر فوقیت اور برتری کے دعوے کی اجازت نہیں دیتی ہے۔ چنانچہ مقدس پولوس لکھتے ہیں۔ کہ:۔

خدا نے دُنیا کے کمزوروں کو چن لیا۔ کہ زورآوروں کو شرمندہ کرے۔ اور خدا نے دُنیا کے کمینوں اور حقیروں کو بلکہ بے وجودوں کو چن لیا کہ موجودوں کو نیست کرے۔ تاکہ کوئی بشر خدا کے سامنے فخر نہ کرے۔" (اکرنتھیوں ۱: ۲۷-۲۹)

(۲)

مسیحی مذہب مجھے اس لئے پیارا ہے:-

کہ یہ انسان کو خدا کے ساتھ ملاتا ہے اور ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ہی یہی ہے۔ کہ وہ ایک لمحہ کے لئے اپنے خالق اور مالک کی حضوری اور پرتو سے دُور نہ رہے ٭

نجات انسان کی فطرت میں یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ جب وہ کسی اچھی چیز کو دیکھ لیتا ہے۔ تو اُس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ وہ اس چیز کے بنانے والے یا کاریگر کو بھی دیکھ لے۔ مثلاً اگر آپ کسی اچھی تصویر کو دیکھتے ہیں۔ تو فی الفور آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگی کہ کاش میں اس تصویر کے بنانے والے کو بھی دیکھ لیتا اور اس کے ہاتھ چوم لیتا۔ جس نے ایسی اچھی تصویر بنائی۔ اسی طرح جب ہم خدا کی مخلوقات اور ان کے نظام اور ترتیب کو دیکھتے ہیں اور بالخصوص جب انسان اور اُس کے قویٰ پر غور کرتے ہیں۔ تو ہمارے دل میں خود بخود یہ خواہش اور تمنا پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ کاش ہم اپنے خالق اور مالک کو بھی دیکھ لیتے۔ اُس کی صحبت اور فیضان سے مستفید ہوتے۔ اور اُس کے نورانی جلال میں مگن رہتے۔ لیکن افسوس اور صد افسوس کہ ہماری یہ تمنا پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے اس وصلِ الٰہی کے مختلف طریقے

بتلائے ہیں۔ جن کو ہم مذہب کہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی تشنگانِ معرفت کی پیاس نہیں بجھتی اور ہم اپنے مالک کے وصال سے ویسے ہی دُور رہتے ہیں۔ جس طرح کہ روزِ اوّل میں دُور تھے۔ آخر کیوں؟

اس لئے کہ خُدا نور ہے اور سراپا پاک۔ اس لئے کوئی ظلمت آگین گنہگار اور ناپاک انسان خُدا کے حضور ٹھہر نہیں سکتا ہے۔ اور نہ خُدا کے ساتھ قربت اور مواصلت پیدا کر سکتا ہے۔ اگر ہم انسان کے قویٰ کو تحلیل اور تجزیہ کر کے دیکھیں تو معلوم ہو جائیگا کہ انسان میں بہت سی قوتیں ہیں جن کا علیحدہ علیحدہ میدانِ عمل ہے۔ انہی قوتوں کو عالمانِ علمِ اخلاق نے تین بڑی شاخوں میں تقسیم کیا ہے۔ یعنی قوتِ شہوانی۔ قوتِ غضبی اور قوتِ ملکی میں۔ ان تین قوتوں میں سے پہلی دو قوتوں کا تعلق انسان کی دُنیاوی خواہشات اور جذبات کے ساتھ ہے۔ صرف آخری قوت کا تعلق انسان کی روحانی نشو ونما کے ساتھ ہے۔ یہی سبب ہے کہ انسان کے دل میں جب نیکی کرنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ تو باقی دو قوتیں اس کے ارادہ میں مزاحم ہوتی ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ وہ نیکی کرے۔ بدی اور معصیت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ انسان گو بہت ہی چاہتا ہے کہ وہ خُدا کے ساتھ ربط وضبط پیدا کرے۔ خُدا کے دیدار سے مشرف ہو جائے۔ لیکن یہ مخالف اور سرکش قوتیں اُس کے دل پر گناہوں کا پردہ ڈال کر اُس کو خُدا کے وصل سے محروم رکھتی ہیں ❖

پس جب تک یہ دو قوتیں اپنے کمال میں ہیں۔ اُس وقت تک ممکن نہیں کہ انسان گناہوں سے رہائی حاصل کر سکے۔ پس انسان کا گناہ سے بچنے اور خُدا سے ملنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ قوتِ ملکی کو

طاقت پہنچائی جائے۔ تاکہ قوتِ ملکی اپنے حریف اور مخالف قویٰ پر غالب آکر ان کی مزاحمت کو پاش پاش کر دے۔ چنانچہ ہمارے منجی نے سب سے اوّل یہی کام کیا۔ وہ اپنے ایماندار بندوں کے دلوں کو رُوح القدس سے معمور کرتے ہیں۔ اور رُوح القدس کا کام ہی یہی ہے۔ کہ وہ قوتِ ملکی کو الٰہی اور آسمانی طاقت سے بھر دیتا ہے۔ جب قوتِ ملکی کا تعلق روح القدس کے ساتھ مستحکم ہو جاتا ہے۔ تب وہ ترقی کرتی جاتی ہے۔ اور رُوح القدس کے فیض سے اس قدر قوت حاصل کرتی جاتی ہے۔ کہ باقی قویٰ پر نہ صرف غالب آجاتی ہے۔ بلکہ باقی قویٰ کا وجود اس کے بالمقابل ایسا ہی معدوم ہو جاتا ہے۔ جس طرح آفتابِ عالمتاب کی درخشانی کے سامنے کرمکِ شب تاب ❊

جب انسان اس روحانی درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ تب وہ اپنے آپ میں ایک زبردست الٰہی طاقت پاکر اپنی خواہشات اور جذبات پر غالب آجاتا ہے۔ اُس وقت اُس کی زندگی خُدا کی فرمانبرداری ہوتی ہے اور اُس کی موت خُدا کی نافرمانی۔ اس لئے وہ گناہوں سے متنفّر ہو جاتا ہے اور خُدا کی رضا جوئی میں شب و روز مشغول اور منہمک رہتا ہے۔ اس انقلابِ عظیم کو مسیحیت میں نئی زندگی کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے منجی فرماتے ہیں کہ:۔

"مَیں تجھ سے سچ سچ کہتا ہُوں کہ جب تک کوئی نئے سرے سے پیدا نہ ہو۔
وہ خُدا کی بادشاہت کو دیکھ نہیں سکتا" (یوحنا ۳: ۳)

جب یہ نئی زندگی انسان کو مل جاتی ہے تو اُس میں اور خُدا میں جو جُدائی کا پردہ حائل تھا۔ پھٹ جاتا ہے۔ عبد اور معبود خالق اور مخلوق

میں از سرِ نو عاشقانہ اور معشوقانہ روابط و ضوابط قائم ہو جاتے ہیں۔ اور براہِ راست خدا سے فیض حاصل کرتا رہتا ہے۔ اور اُس کے عرفان اور دیدار میں مست و الست رہا کرتا ہے۔ چونکہ مسیحی مذہب انسان کو خدا کے ساتھ پھر ملاتا ہے۔ اس لئے میرا مذہب مجھے پیارا ہے ✣

(۳)

مسیحی مذہب مجھے اس لئے پیارا ہے:۔

خداشناسی کہ وہ انسان کے سامنے خُدا کی ذات اور اس کی صفات کو اس خوبصورتی کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ کہ جس سے ہر ایک انسان کو پُورا اطمینان اور کامل یقین حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر شخص کے دل میں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ "خدا کیا ہے"؟ اس سوال کا تسلی بخش جواب مسیحی مذہب دیتا ہے کہ "خدا رُوح ہے" "خدا محبت ہے"۔ لفظ روح کا صحیح مفہوم بائبل مقدس کی رُو سے یہ ہے کہ خدا ایک ایسی اعلےٰ ہستی ہے جو از خود ہے۔ نہ تو اس کو کسی نے پیدا کیا ہے۔ اور نہ وہ کسی چیز کے سہارے پر قائم ہے۔ نہ وہ کسی کا محتاج ہے۔ بلکہ ازل سے ہے اور ابد تک رہیگا ✣

خُدا کی صفات مسیحی مذہب ہمیں صرف خدا کی ذات ہی نہیں بتلاتا۔ بلکہ یہ بھی نہایت وضاحت کے ساتھ بتلاتا ہے کہ خُدا کن صفات سے متصف ہے۔ چنانچہ بائبل مقدس میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"خُدا نے ابتدا میں زمین و آسمان کو پیدا کیا"۔ (پیدائش ۱:۱)

اس میں یہ فرمایا کہ وہ خالق ہے۔ یعنی تمام دیدنی و نادیدنی مخلوقات کو اُس نے خلق کیا ہے۔ بائبل مقدس نے سب سے اول خُدا کی اس صفت کو اس لئے پیش کیا ہے۔ کہ ان لوگوں کے خیالات کی اصلاح ہو جائے۔ جو اپنی ہستی پر اتراتے ہیں اور ملحدانہ عقائد کی پیروی کر کے ایک اعلٰے ہستی کے آگے دُعا اور التجا کرنے کو اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں۔ یا خُدا کو تو مانتے ہیں۔ لیکن اُس کو ایک تنکے کا خالق بھی نہیں مانتے۔ پس تا وقتیکہ ہم خُدا کو حقیقی معنوں میں خالق نہ مان لیں۔ اُس وقت تک نہ تو ہم اُس کی عبادت کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی اُس کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کر سکتے ہیں۔ پھر اس سوال کا کہ "کتنے خُدا ہیں؟" بائبل مقدس یہ جواب دیتی ہے کہ:۔

"سُن اے اسرائیل خُداوند ہمارا خُدا ایک ہی خُدا ہے"۔ (استثنا ۶/۴)

یعنی دوسری صفت یہ بتلائی کہ خُدا ایک ہے۔ اُس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں۔ وہ اپنی ذات و صفات میں وحدہٗ لا شریک ہے۔ پھر خُدا کی تیسری صفت یہ بتائی ہے۔ کہ وہ ازلی و ابدی خُدا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

"یا رب پشت در پشت تو ہی ہماری پناہ گاہ رہا ہے۔ اس سے پیشتر کہ پہاڑ پیدا ہوئے یا زمین اور دُنیا کو تُو نے بنایا۔ ازل سے ابد تک تو ہی خُدا ہے" (زبور ۹۰: ۱، ۲)

خُدا کی وحدانیت جس زور کے ساتھ بائبل مقدس ہمیں سکھاتی ہے۔ اُس کا مقابلہ کوئی دوسری کتاب نہیں کر سکتی۔ حضرت موسیٰ کی معرفت چودس احکام خُدا نے دیئے ہیں۔ اُس میں پہلا حکم یہ ہے کہ:۔

"خُداوند تیرا خُدا میں ہوں۔ میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا (خروج ۲۰/۳)

خُدا کی وحدانیت پر بائیبل مقدس میں ہزار سے زائد آیتیں موجود ہیں لیکن جس وحدت کو بائیبل مقدس پیش کرتی ہے۔ یہ وہ وحدت نہیں ہے۔ جو فرضی وحدت ہو +

بائیبل مقدس خُدا کی چوتھی صفت یہ بتاتی ہے کہ وہ ہمہ جا حاضر و ناظر ہے۔ چنانچہ زبور نویس فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"اگر آسمان پر چڑھ جاؤں تو تُو وہاں ہے۔ اگر میں پاتال میں بستر بچھاؤں تو دیکھ! تُو وہاں بھی ہے۔ اگر میں صبح کے پَر لگا کر سمندر کی انتہا میں جا بسوں۔ تو وہاں بھی تیرا ہاتھ میری رہنمائی کرے گا۔ ... اندھیرا بھی تجھ سے چھپا نہیں سکتا۔ بلکہ رات بھی دن کی مانند روشن ہے۔ اندھیرا اور اُجالا دونوں یکساں ہیں" (زبور ۱۳۹: ۸-۱۲)

بائیبل مقدس بتاتی ہے۔ کہ خُدا قادر مطلق ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

"یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا۔ مگر خُدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے" (متی ۱۹: ۲۶)

پھر لکھا ہے کہ:۔

"اور خُداوند ہمارا خُدا قادرِ مطلق بادشاہی کرتا ہے" (مکاشفات ۱۹: ۶)

نیز لکھا ہے کہ:۔

"خُداوند خُدائے رحیم اور مہربان قہر کرنے میں دھیما اور شفقت اور وفا میں غنی ہزاروں پر فضل کرنے والا۔ گناہ اور تقصیر اور خطا کا بخشنے والا۔ لیکن وہ مجرم کو ہرگز بری نہیں کریگا۔ بلکہ باپ دادا کے گناہ کی سزا ان کے بیٹوں اور پوتوں کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے" (خروج ۳۴: ۶-۷)

اس میں خُدا کو رحیم۔ مہربان، فیض جود و کا رب۔ بخشندہ، عادل اور قہار بتلایا ہے۔ زبور ۹ میں خُدا کو لاتبدیل اور زبور ۱۸ میں خُدا کو پروردگار بتایا ہے

پھر یشعیاہ ۴۶: ۹-۱۱ میں لکھا ہے۔ کہ

"میں خدا ہوں اور کوئی دوسرا نہیں۔ میں خدا ہوں۔ اور مجھ سا کوئی نہیں جو ابتدا ہی سے انجام کی خبر دیتا ہوں اور ایام قدیم سے وہ باتیں جو اب تک وقوع میں نہیں آئیں بتاتا ہوں... میں اپنی ساری مرضی پوری کرونگا... میں نے اس کا ارادہ کیا۔ اور میں ہی اس کو پورا کرونگا"

ان آیات میں خدا کو وحدہٗ لاشریک۔ بےمثل۔ ازلی۔ ابدی۔ عالم الغیب قادر مطلق اور صاحب ارادہ کہا ہے۔ عالم الغیب کے معنے یہ ہیں کہ خدا ان تمام باتوں کو جو اس وقت تک واقع نہیں ہوئی ہیں خوب جانتا ہے۔ خدا کی اس صفت کی صداقت اس امر پر موقوف ہے۔ کہ اس کے کلام میں پیشگوئیاں ہوں۔ اور وہ پیشگوئیاں اسی طرح واقع ہوتی جائیں جس طرح کہ ان کی ترتیب کا اقتضا ہے۔ بائبل مقدس میں قریباً چھ سو پیشگوئیاں ہیں۔ جن میں سے سب اپنے اپنے موقع پر پوری ہوئی ہیں۔ اور آئندہ پوری ہو کر رہینگی۔ مثلاً ابراہیم کی نسل کے بڑھ جانے کی۔ بنی اسرائیل کے مصر میں جانے اور واپس آنے کی۔ بنی اسرائیل کی اسیری اور ان کی رہائی کی پیشگوئیاں۔ بابل کی بربادی اور سکندر کی فتحمندی وغیرہ کی پیشینگوئیاں اور ہمارے منجی کے متعلق ۳۰۵ پیشینگوئیاں ہیں۔ جو لفظ بلفظ پوری ہوئیں۔ پس مسیحیت کیا ہے۔ وہ خدا شناسی کا منبع اور مخزن ہے۔

ثبوت وجودِ خالق

مسیحی مذہب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ وہ خدا کا وجود جبراً منوانا نہیں چاہتا ہے۔ بلکہ خدا کے وجود کے لئے سینکڑوں دلائل پیش کرتا ہے۔ کسی شے کی ہستی ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔ یعنی اِنّی و لمّی۔ اِنّی کے معنے یہ ہیں کہ بنائی

ہوئی چیزوں سے بنانے والے کا وجود ثابت کرنا۔ مثلاً کہیں آگ جل رہی ہو اور آپ دُور ہوں تو دھوئیں کو دیکھ کر آپ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہاں آگ جل رہی ہے یا کسی تصویر کو دیکھ کر آپ فی الفور اس کا یقین کرینگے۔ کہ یہ تصویر خود بخود نہیں بنی ہے۔ بلکہ اس کا کوئی بنانے والا ضرور ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے جو خُدا کی ہستی سمجھانے کے لئے بائیبل مقدس نے اختیار کیا ہے۔ رومی اور یونانی بُت پرست تھے اور ان کو اپنے علم اور فلسفہ پر بڑا ناز تھا۔ مقدس پولوس ان کو لکھتے ہیں کہ :-

"خُدا کی اندیکھی صفتیں یعنی ازلی قدرت اور الوہیت دُنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے معلوم ہو کر صاف نظر آتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو کچھ عذر باقی نہیں" (رومیوں ۱: ۲۰)

حضرت داؤد اجرام سماوی سے خُدا کا ثبوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "آسمان خُدا کا جلال ظاہر کرتا ہے اور فضا اس کی دستکاری دکھاتی ہے۔ دن سے دن بات کرتا ہے اور رات کو رات حکمت سکھاتی ہے۔ نہ بولنا ہے نہ کلام۔ نہ اُن کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اُن کا سُر ساری زمین پر اور ان کا کلام دُنیا کی انتہا تک پہنچا ہے۔ اُس نے آفتاب کے لئے اُن میں خیمہ لگایا ہے۔ جو دُلہے کی مانند اپنے خلوت خانے سے نکلتا ہے۔ اور پہلوان کی طرح اپنی دوڑ میں دوڑنے کو خوش ہوتا ہے۔ وہ آسمان کی انتہا سے نکلتا ہے۔ اور اُس کی گشت اُس کے دوسرے کناروں تک ہوتی ہے" (زبور ۱۹ باب)

یعنی آسمان، فضا، دن، رات آفتاب اور اُس کے اثرات سے خُدا کا وجود ثابت ہے۔ کہ یقیناً ان کا کوئی بنانے والا ہے ❖

اسی طرح حضرت ایوب بھی مصنوعات اور مخلوقات کو پیش کر کے خدا کے وجود کا ثبوت دیتے ہیں۔ کہ:۔

"وہ (خدا) پہاڑوں کو ہٹا دیتا اور انہیں پتہ بھی نہیں لگتا۔ وہ اپنے قہر میں انہیں الٹ دیتا ہے۔ وہ زمین کو اس کی جگہ سے ہلا دیتا ہے اور اس کے ستون کانپنے لگتے ہیں۔ وہ آفتاب کو حکم کرتا ہے۔ اور وہ طلوع نہیں ہوتا۔۔۔۔ اس نے بنات النعش اور جبار اور ثریا اور جنوب کے برجوں کو بنایا۔۔۔۔ اور بے شمار عجائب کرتا ہے" (ایوب ۹: ۵۔۱۰)

یعنی وہ پہاڑوں۔ اجرام سماوی، آفتاب، ماہتاب، ستارگان سمندر اور اس کی لہروں۔ بنات النعش اور عجائبات برج جبار وغیرہ کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ بتاؤ یہ کس نے بنائے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دنیا و ما فیہا کا ایک خالق ضرور ہے جس کا کوئی ساجھی نہیں۔ وہ اپنی ذات و صفات میں کسی کا محتاج اور دست نگر نہیں ہے۔

نتیجہ

ان تمام دلائل عقلیہ کے بعد بائبل مقدس کہتی ہے کہ:۔

"احمق کہتا ہے کہ خدا نہیں ہے" (زبور ۱۴: ۱)

جو شخص یہ تمام صفات و لوازمات قانون فطرت کے انتظامات ترتیب و بند و بست کو دیکھ کر بھی یہ کہتا ہے کہ خدا نہیں، وہ احمق ہے۔ خود مخلوقات خدا کی ذات پر گواہی دے رہی ہے۔ پس بائبل مقدس حقیقی معنوں میں خدا شناسی کا منبع ہے۔ اور عجیب فلسفیانہ طور پر عرفانِ الٰہی کی تعلیم دیتی ہے ✤

---

(۴)

مسیحی مذہب مجھے اس لئے پیارا ہے:۔

انسانی قدر و منزلت

کہ وہ انسان کو ایک معمولی اور پس پا افتادہ مخلوق نہیں۔ بلکہ اس کو اشرف المخلوقات اور الٰہی پرتو کا عکس بتلاتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ:۔

"خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا"۔ پیدائش ۱: ۲۷

اس سے یہ مطلب نہیں کہ خدا مجسم ہے۔ بلکہ یہ کہ جو صفات خدا میں حقیقی طور پر پائی جاتی ہیں۔ وہ ظلی طور پر انسان میں موجود ہیں یعنی انسان میں عقل، فراست، سماعت، بصارت وغیرہ جتنی اچھی صفات ہیں۔ وہ خدا کی صفات کے عکس ہیں۔ انسان خدا کی صفات کا آئینہ ہے۔ انسان دیکھتا ہے اور خیال کرتا ہے۔ کہ میرا بنانے والا مجھے بہتر دیکھتا ہے۔ انسان سنتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے۔ کہ میرا خالق ضرور مجھ سے بہتر سنتا ہے۔ مجھ میں زندگی ہے۔ مگر میرے صانع میں مکمل ترین زندگی۔ صرف یہی نہیں بلکہ خدا نے سطح زمین کی ہر ایک چیز پر انسان ہی کو حکومت کرنے کا اختیار دیا ہے۔ کہ:۔

"پھلو اور بڑھو اور زمین کو معمور و محکوم کرو۔ اور سمندر کی مچھلیوں اور ہوا کے پرندوں اور کل جانوروں پر جو زمین پر چلتے ہیں اختیار رکھو" (پیدائش ۱: ۲۸)

گویا کہ انسان اس کرۂ زمین پر خدا کا خلیفہ اور نائب ہے +

مسیحی مذہب معاشرت، سیاست، اور تمدن کی انتہائی تعلیم

دیتا ہے - جس کا مغز اور اصُول متی کی انجیل پانچویں باب سے ساتویں باب کے آخر تک مرقوم ہے - معاشرت کے اصُول وہ بتا گئے - کہ دُنیا اس سے آگے جا ہی نہیں سکتی - بتایا کہ جھگڑوں اور فسادوں کو روک دو اور بہترین اصُول اس کے لئے یہ قرار دیا کہ :-

"جو تُم چاہتے ہو - کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں - تم بھی اُن سے وہی کرو"

پھر ایک اور آیت نے اس کو مؤکد کر دیا - کہ ہر انسان تمہارا بھائی ہے - ان سے وہی سلوک کرو جو بھائیوں پر فرض ہے - دشمنوں کے معاملہ میں کہا - کہ ان سے انتقام ہرگز مت لو - اگر کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی اُس کے آگے پھیر دو - یعنی ظلم سہو لیکن ظلم مت کرو +

اعمال اور نیّت مسیحی مذہب کا کمال یہ ہے کہ ہر ایک کام میں نیّت کو ملحوظ رکھا ہے - کیونکہ اگر نیّت صاف نہیں تو افعال صاف نہیں رہ سکتے ہیں - چنانچہ لکھا ہے کہ :-

"اگر کسی نے بُری نیّت سے کسی عورت پر نظر کی تو وہ اپنے دل میں اُس سے زنا کر چکا"

نیکی کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ :-

"تم دنیا کے نمک ہو"

اور ایک جگہ کہا کہ :-

"تم دُنیا کے نُور ہو"

یعنی تُم دنیا کے لئے باعثِ اصلاح ہو - تم دوسروں کی رہبری کرو - اور اُن کے لئے نمونہ بن جاؤ - غرضکہ مسیحی مذہب کا ایک ہی مقصد

ہے۔اور وہ یہ ہے۔کہ اس کُرۂ زمین پر آسمانی ابوّت اور انسانی اُخوّت قائم کرے +

خُدا کی مرضی

مسیحی مذہب کی ایک خصوصیت یہ ہے۔کہ وہ انسان پر خُدا کی مرضی ظاہر کرتا ہے کہ :-

"خُدا کسی کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ بلکہ یہ چاہتا ہے کہ سب کی توبہ تک نوبت پہنچے" (۲ پطرس ۳/۹)

خُدا محبّت ہے۔ محبّ محبوب کو تکلیف دینا گوارا نہیں کرتا۔ بلکہ خُدا یہ چاہتا ہے۔ کہ ہر انسان اپنے بُرے خیال اور بُرے ارادہ کو چھوڑ کر اُس کے حضور ہمیشہ کی راحت میں ابدالآباد تک رہے +

خلقت اور غایت

مسیحی مذہب نے دُنیا کی پیدائش کی غایت بھی بتادی۔ اکثر سوال کیا جاتا ہے۔ کہ خُدا نے دُنیا کو کیوں پیدا کیا؟ بائبل مقدس جواب دیتی ہے۔ کہ خُدا محبّت ہے محبّت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب ہو۔ محبوب کی موجودگی میں اظہارِ محبّت ضروری ہے۔ خُدا نے ہمیں اپنا محبوب بنایا۔ یہ مت سوچو کہ خُدا کو ہم سے عداوت ہے۔ نہیں بلکہ خُدا محبّت ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم ابدی سرور میں فرشتوں کے ساتھ رہیں۔ اور اُس کی حمد وثنا میں مشغول رہیں +

اشتہار کتب

موازنہ بائبل و قرآن

مصنفہ خواجہ - بڑی تقطیع ۱۴۰ صفحات

سرورق رنگین - دوسری بار چھپا ہے - اور اس میں قادیانی کتاب "حسن اسلام" کے جملہ اعتراضات کا نہایت معقول جواب دیا ہے - اور قیمت میں باوجود اضافہ صفحات رعایت کر دی گئی ہے - یعنی صرف ۱۲/

نور الہدیٰ

حصہ اول و دوم مصنفہ پادری برکت اللہ صاحب ایم - اے - حصہ سے قائم ہیں - خواجہ کمال الدین کی کتاب ینابیع المسیحیت کا مسکت جواب ہے کہ جس کی تعریف میں پادری ایس ایم پال صاحب افغان سے فاضل رطب اللسان ہیں - قیمت ہر دو حصص صرف ۱۴/

سلک مروارید

سلطان اقلیم حضرت ایک مسیحی صاحب کے چند دلچسپ مضامین کا مجموعہ مع تصویر مصنف

مرزائیوں کے لئے زہر ہلاہل ہے - ضرور خریدیں - قیمت ۱۰/ ایسے مضامین علیحدہ بھی چھپے ہیں - جن کی مجموعی قیمت روپیہ آٹھ ۸/ ہے -

مسیح کی شان ازروئے قرآن

مصنفہ خواجہ - قرآن ہی سے مسیح کی فوقیت ثابت کی ہے - قیمت ۳/

عالمگیر مذہب

مصنفہ خواجہ - ثابت کیا ہے کہ صرف مسیحی مذہب ہی اپنے میں عالمگیر مذہب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے - قیمت ۳/

محمد عربی و مسیح ناصری

مصنفہ خواجہ - بڑی تقطیع نہایت دلچسپ مقابلہ - قیمت ۸/

صعود المومنین

ناول کے پیرایہ میں خداوند مسیح کی بڑائی

یا مسیحی دمنین کے ہوا میں اُٹھائے جانے کا لرزہ خیز بیان - نہایت دلچسپ - حال ہی میں چھپی ہے - قیمت ۱۲ ر

ذکرِ مصلوب مصنفہ منت - تصلیب مسیح پر مُسدّس نہایت عالمانہ نظم قیمت ۱ر

مقررہ وقت - از برگیڈیر جنرل ایف - ڈی - فراسٹ - آمد ثانی اور آخری زمانہ کے پُر آشوب حالات کا ایک لاثانی اور دلچسپ مرقع صہ ۹۶ قیمت ۱ر

دُرِ حکمت سادھو سندر سنگھ صاحب کے چند مضامین کا مجموعہ قیمت ۴ر

آمد ثانی ایک ٹریکٹ از جناب مرسر صاحب - چھپی سائز قیمت ار

خجستہ زندگی از جناب ایل - بی - فلیچر صاحب چھپی سائز ار

خفیہ شاگرد اُن لوگوں کے لئے جو دل میں تو مسیحی ہیں - لیکن علانیہ طور پر مسیحی ہونے سے ہچکچاتے ہیں نہایت معقول ٹریکٹ پائی

ایک مسلم کیوں مسیحی ہوا؟ پادری ایم - اے انصاری بی - اے کے ترک اسلام کی کیفیت صہ ۳۲ ایک آنہ

ایک ہندو کیوں مسیحی ہوا؟

مسٹر لال موہن پٹنائک بی - اے ایل ایل بی کے مشرف بہ مسیحیت ہونے کا بیان صہ ۳۲ - قیمت ۶ پائی

ایک برہمن سنیاسی کیوں مسیحی ہوا

مہاراشٹر کے قومی شاعر نارائن وامن تلک کے مسیحی ہونے کا حال صہ ۳۲ قیمت ۶ پائی

فریادِ منتظر - مسدس از جناب مولوی صفدر علی صاحب صفدر مرحوم جلی خط ار

ملنے کا پتہ

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی - انارکلی لاہور

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام ایف - نجم الدین سیکرٹری انجمن تنظیم... چھپکر شائع ہوا